رسائل و مسائل

بنی اسرائیل میں ملوک کی حیثیت

سوال: آپ کی خدمت میں ایک مشہور ادیب اور مفسر قرآن کی ایک قرآنی تحقیق بغرض تبصرہ وتنقید یا تائید و توثیق ارسال خدمت ہے، میری درخواست ہے کہ آپ اس پر بحث کریں اور کم از کم اتنی تفصیل کے ساتھ کہ بات بالکل منقح ہو جائے، وہ "قرآنی تحقیق" یہ ہے:

"پارہ سیقول میں، ختم کے قریب، سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۶ یہ ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اے مخاطب) کیا تجھے زمانہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی جماعت کا حال معلوم نہیں جب ان لوگوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لیے ایک سردار مقرر کر دیجیے جس کی ماتحتی میں ہم راہ خدا میں جہاد کریں، ـــــ تھوڑی سی قیل و قال کے بعد وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا، ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لیے سردار طالوت کو مقرر کر دیا ہے۔ یہ طالوت کون تھے اور کیسے تھے؟ تو ان کے متعلق توریت میں اچھی نہیں بری ہی روایتیں ملتی ہیں، لیکن اسے جانے دیجیے، مان لیجیے کہ یہ بہت اچھے تھے جب بھی بہرحال پیغمبر تو نہ تھے اور قرآن کے بیان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ پیغمبر کے ہوتے ہوئے، نبی برحق کی موجودگی کے باوجود ملت کو ضرورت سیاسی و جنگی اغراض کے لیے ایک اور "لیڈر" یا سردار کی محسوس ہوئی، پیغمبر نے اس درخواست پر صاد فرمایا، اللہ کے ہاں سے درخواست منظور ہوئی، ایک اور شخص مقرر کیا گیا، اور قرآن مجید نے اس کا وصف امتیازی اس کے زہد و تقویٰ کو نہیں بیان کیا بلکہ کہا تو یہ کہ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ، ہم نے اسے ملک گیری کے علوم میں اور جسمانی حیثیت سے فضیلت دے رکھی تھی،

گویا قرآن مجید نے یہ فتوے صاف صاف دیدیا کہ :

(۱) نبی کے ہوتے بھی امت کی ملکی اور "سیاسی سرداری" کسی اور کے ہاتھ میں آسکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی باین فضائل و کمالات "ملکی سرداری" کی "صلاحیت" نہ رکھتا ہو یا کم رکھتا ہو۔

(۲) اس لیڈر میں خاص وصف یہ ہونا چاہیے کہ وہ ملکی و سیاسی جنگی اصول و مسائل کا ماہر ہو۔

(۳) ایسے لیڈر کی ماتحتی میں قتال فی سبیل اللہ جیسا خالص و مخلصانہ فرض بھی انجام دیا جاسکتا ہے۔

(۴) ایک ہونے والے پیغمبر (حضرت داؤد) تک جہاد اسی لیڈر کی ماتحتی میں کرسکتے ہیں۔"

اگر یہ تحقیق صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اس وقت بنی اسرائیل کی سی حالت میں گرفتار ہیں پھر جماعت اسلامی موجودہ قیادت عظمی کو تسلیم کرکے ایک جھنڈے کے نیچے ہوکر کام کیوں نہیں کرتی جب کہ اس قرآنی تحقیق کے مصنف کے بیان کے مطابق اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی "قیادت" مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے جس کا خاص وصف ہی یہ ہے کہ وہ "ملکی و سیاسی جنگی اصول و مسائل" میں حیرت انگیز مہارت رکھتی ہے ـــــ اور اگر یہ تحقیق صرف "الھوی السیاسی" پر مبنی ہے تو عرض ہے کہ (الف) طلاق و نفقہ اور زکوٰۃ کے احکام و مسائل کے درمیان بنی اسرائیل کی تاریخ کے اس واقعہ کو طنز کی زبان میں بیان کرنے سے مقصود کیا ہے؟ اور سیاق و سباق سے اس کا ربط کیا ہے؟ (ب) یہاں پر "ملک" کا مفہوم کیا ہے، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ "دین و سیاست" دو الگ الگ چیزیں ہیں؟ (ج) اگر دین و سیاست الگ الگ چیزیں نہیں ہیں اور اگر بنی اسرائیل نے اپنے اس دور انحطاط میں "نبوت" کے باوجود "ملوکیت" کا مطالبہ کیا تھا تو حضرت شموئیل علیہ السلام کو ان کا یہ مطالبہ قطعی طور پر رد کردینا تھا، اور قرآن کو اس پر نکیر کرنی چاہیے تھی۔

جواب: یہ ساری غلط فہمی کچھ تو تورات اور قرآن سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور کچھ اتباعِ ھوا اور تعبیر بالرائے کا۔ اس وقت اس مسئلہ پر کسی تفصیلی بحث کے لیے فرصت نہیں ہے، اس وجہ سے محض آپ کے اطمینان کے لیے چند اصولی باتوں کی طرف اشارہ کروں گا۔ اگر بعد میں ضرورت پیش آئی تو انشاء اللہ اس پر مفصل بحث لکھ دی جائے گی۔

بنی اسرائیل میں ملوکیت کا سلسلہ جو شروع ہوا تو یہ نبوت کے تحت تھا، نہ کہ اس سے آزاد۔ ہر بادشاہ کے عہد میں ایک نبی بھی ہوتا تھا جس کی حیثیت وقت کے نظامِ سیاسی و اجتماعی کے اندر وہی ہوتی تھی جو نظامِ جسم کے اندر آنکھ کی پتلی کی یا دل و دماغ کی ہوتی ہے۔ جس طرح تمام اعضا آنکھ کی رہنمائی میں چلتے اور دل و دماغ کے افکار و عزائم کے پابند ہوتے ہیں، اسی طرح بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی وقت کے نبی کے ہاتھ میں بمنزلہ آلہ کے ہوتے تھے جن کو وہ خدا کے احکام کے مطابق اقامتِ دین کے مقصد میں استعمال کرتا تھا۔ یہ بادشاہ نبی کے حکم سے متعین ہوتے، اسی کی ہدایات کے مطابق سارے مفوضہ فرائض انجام دیتے، اسی کے آگے مسئول ہوتے اور اگر معزول کر دیے جانے کی کوئی وجہ پیش آجاتی تو نبی ہی کے حکم سے معزول کر دیے جاتے۔ ان کا سیاسی اختیار و اقتدار ان جنرلوں کے اختیار و اقتدار سے زیادہ نہ ہوتا تھا جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگی مہم کو انجام دینے کے لیے مامور فرماتے، یا جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر و شام وغیرہ کی تسخیر پر مامور کیا تھا، مثلاً حضرت خالد، حضرت ابو عبیدہ، اور عمرو بن العاص وغیرہ۔ ان لوگوں کے لیے ملک (بادشاہ) کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ بھی اصطلاحی طور پر (Monarch) کے مفہوم میں استعمال نہیں ہوا ہے، بلکہ صرف "با اقتدار" کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور یہ اقتدار نبی کی وساطت سے خدا کا بخشا ہوا نیابتی اقتدار ہوتا تھا نہ کہ کلی اور ذاتی۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی مدح کے مواقع پر ملک کا لفظ آیا ہے وہاں اس کا مفہوم یہی ہے نہ کہ مستبد بادشاہ کا۔ یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے دلائل خود اسی واقعہ کے سلسلہ میں تورات میں بھی موجود ہیں اور اس کے اشارات قرآن مجید میں بھی ہیں۔ مثلاً:

(۱) قرآن مجید سے صاف واضح ہے کہ طالوت اپنی سرداری اور قیادت کا دعویٰ لے کر نہ تو خود اٹھے تھے اور نہ قوم ہی نے اپنی پسند سے ان کو اپنی سرداری اور قیادت کے لیے انتخاب کیا تھا، بلکہ قوم نے وقت کے اصل امام اور سردار یعنی نبی سے درخواست کی کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کے کام کے لیے ایک سردار مامور کر دیجیے۔ ملاحظہ ہو اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (جب کہ انھوں نے اپنے ایک نبی سے کہا آپ ہمارے لیے ایک سردار مقرر کیجیے کہ ہم راہ خدا میں جہاد کریں)

چنانچہ اللہ کے حکم سے طالوت کو منتخب کیا اور ان کو اپنے اقتدار کے تحت اقامت جہاد کی خدمت پر مامور کیا کما قال اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا (اس نے تمہارے لیے طالوت کو سردار مقرر کیا ہے)۔ بعینہ یہی بات توریت سے بھی ثابت ہے کہ اس سرداری اور سپہ سالاری کے منصب پر طالوت کا تقرر حضرت سموئیل کے حکم سے ہوا جس کا رسمی طریقہ یہ تھا کہ انھوں نے ان کے سر پر وہ تیل ملا جو بنی اسرائیل میں کسی منصب پر ماموریت کا نشان سمجھا جاتا تھا۔

"پھر سموئیل نے تیل کی کپی لی اور اس کے سر پر انڈیلی اور اسے چوما اور کہا کیا یہی بات نہیں ہے کہ خداوند نے تجھے مسح کیا کہ تو اس کی میراث (بنی اسرائیل) کا پیشوا ہو" (۱۱۔ باب ۱۰ سموئیل)

(۲) طالوت کو جن لائنوں پر کام کرنا تھا اس کا پورا نقشہ وقت کے نبی حضرت سموئیل کا تیار کیا ہوا تھا، چنانچہ حضرت طالوت کے تقرر کے بعد حضرت سموئیل نے زبانی اور تحریری ہدایات دیں تاکہ طالوت انہی ہدایات پر عمل کریں۔

"پھر سموئیل نے لوگوں کو حکومت کا طرز بتایا اور اسے کتاب میں لکھ کر خداوند کے حضور رکھ دیا۔" (۲۵ باب ۱۰۔ سموئیل)

(۳) حضرت سموئیل نے اس موقع پر بنی اسرائیل اور سردار طالوت کو ٹھیک اسی طرح کی ہدایات دیں جس طرح کی ہدایات آنحضرت صلعم اپنے افسروں کو یا حضرت عمرؓ اپنے جنرلوں کو کسی مہم پر بھیجتے وقت دیا کرتے تھے:

"اگر تم خداوند سے ڈرتے اور اس کی پرستش کرتے اور اس کی بات مانتے رہو، اور خداوند کے حکم سے سرکشی نہ کرو اور تم اور وہ بادشاہ بھی جو تم پر سلطنت کرتا ہے خداوند اپنے خدا کے پیرو بنے رہو تو خیر، پر تم اگر خداوند کی بات نہ مانو، بلکہ خداوند کے حکم سے سرکشی کرو تو خدا کا ہاتھ تمہارے خلاف ہوگا۔" (۱۴، ۱۵: ۱۲)

(۴) طالوت سے جب مفوضہ خدمت کی انجام دہی میں بعض کوتاہیاں ہوگئیں تو حضرت سموئیل نے ان کو سختی سے ڈانٹا بھی اور ان کی منت و خوشامد کے باوجود ان کو معزول بھی کر دیا:

"سموئیل نے ساؤل (طالوت) سے کہا، تو نے بیوقوفی کی تو نے خداوند اپنے خدا کے حکم جو اس نے دیا، نہیں مانا ورنہ خداوند تیری سلطنت بنی اسرائیل میں ہمیشہ تک قائم رکھتا لیکن اب تیری سلطنت قائم نہ رہے گی، کیونکہ خداوند نے ایک شخص کو جو اس کے دل کے مطابق ہے، تلاش کر لیا ہے اور خداوند نے اسے اپنی قوم کا پیشوا ٹھیرایا ہے اس لیے کہ تو نے وہ بات نہیں مانی جس کا خداوند نے تجھے حکم دیا تھا۔" (سموئیل)

توریت کے ان اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہے کہ طالوت کی یہ سرداری اور لیڈری سو فیصدی وقت کے نبی کے امر و حکم کے تحت تھی، نہ کہ نبی کی ماتحتی سے آزاد۔ طالوت، نبی کے حکم سے لیڈر بنائے گئے تھے اور نبی ہی کے بنائے ہوئے نقشہ پر انھوں نے کام کیا اور بالآخر نبی ہی کے حکم سے سرداری کے منصب سے معزول کر دیے گئے۔ طالوت کی امارت اللہ کے قانون اور اللہ کے دین ہی کو غالب

کرنے کے لیے اور اللہ ہی کی راہ میں جہاد برپا کرنے کے لیے تھی اور اس وجہ سے وہ جب تک اللہ کی رضا کے تابع رہی چلتی رہی اور جب اس میں بل پڑ گیا تو ختم کر دی گئی۔ اب غور فرمائیے کہ اس واقعہ کو اس شتر بے مہار قسم کی قیادت کے جواز و استحسان کی دلیل میں کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے جس کے سارے نظام میں مذہب اور اہل مذہب کے لیے اول تو کوئی درخور حاصل نہیں ہے اور اگر حاصل بھی ہے تو اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ

"بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است"

اس تفصیل کے بعد غالباً یہ بات آپ پر خود واضح ہو گئی ہوگی کہ جماعت اسلامی اس قیادت پر کیوں ایمان نہیں لاتی ہے جس کی "جنگی اور سیاسی مہارتوں" کے گن گائے جاتے ہیں۔ جماعت اسلامی کی ساری کوششیں ایک ایسے نظام کے قیام کے لیے ہیں، جس میں منصب قیادت ان لوگوں کو حاصل ہو جو طریق انبیاء کے پیرو ہوں اور جو اپنے کام سے اتنے بہتر طریق سے واقف ہوں کہ موجودہ زمانہ کے "اہل قائدوں کی پیروی کرنا تو درکنار، ان کو بطور آلہ استعمال کرنا بھی عار سمجھیں۔

آزاد اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی آزاد حکومت کا فرق

سوال: کیا کسی غیر اسلامی حکومت میں (آزاد اسلامی حکومت یا آزاد مسلمانوں کی حکومتوں سے کٹ کر اور بے تعلق ہو کر) بطور "رعیت کفار" بس جانے کی اباحت و اجازت شارع نے دی ہے؟ اگر کوئی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملتی ہے یا اگر اجازت ہے تو کن آیات یا احادیث فعلی یا تقریری سے وہ ماخوذ ہے؟ ملحوظ رہے کہ آیت کریمہ "ان الذین اٰمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم" سے اس کی کراہت یا ممانعت ظاہر ہے نیز دیگر آیات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ایسی صورت میں نماز روزہ کے سوال سے پہلے، روح کھینچتے وقت ہی ہم سے "فیم کنتم" کا خوفناک سوال کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو آیت "ان الذین توفھم الملائکۃ جزو (۵) رکوع ۱۱ وغیرہ۔

(۲) کیا مفہوم قرآنی میں لفظ "حبل" سے مراد "آزاد حکومت" (خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی خالص الٰہی ہو یا انسانی) نہیں ہے۔ اگر نہیں تو آیت کریمہ ضربت علیھم الذلۃ۔ این ماثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس الخ میں "حبل الناس" سے کیا منشاء ہے اور اگر حبل بمعنی

آزاد حکومت" ہی ہے یا آزاد حکومت بھی ہو سکتا ہے تو واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (جزو ۴) رکوع ۲- کی رو سے کیا ہندوستان میں بھی بلکہ ہندوستان ہو یا روس، چین ہو یا جاپان ہر مسلمان کو بطور رعایائے ممالک غیر (فارن سبجکٹ) رہنا لازم نہیں ٹھیرتا؟ نیز آزاد مسلمانوں کی کسی حکومت مثلاً ترک، عرب یا افغانستان (جو آجکل آزاد اسلامی حکومتیں ہیں خواہ پوری پوری الٰہی ہوں یا محض انسانی (حبل الناس) ہی سہی مگر ہم کو بہرحال ان سے منسلک اور بمقابلہ کفار متحد رہنے کا حکم واشارہ نہیں پایا جاتا جس طرح کہ حکومت ہائے بنی امیہ و بنی عباس سے ہم بمقابلہ کفار منسلک رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے بیشتر دور کامل الٰہی نہیں رہے۔

جواب: (۱) کسی "آزاد اسلامی حکومت" سے کٹ کر کسی غیر اسلامی حکومت میں بطور رعیت کفار بننا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے لیکن 'آزاد اسلامی حکومت' اور 'آزاد مسلمانوں کی حکومت' میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان دونوں کو ایک درجہ میں رکھنا اور ایک کے احکام دوسرے پر منطبق کرنا ایک ایسا غلط مبحث ہے جس کی وجہ سے مسلمان سخت غلط فہمیوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب تک ان میں مبتلا رہیں گے۔ مسلمانوں کی جو آزاد حکومتیں آج موجود ہیں ان کا نظام اجتماعی بعینہ انہی کافرانہ اصولوں پر قائم ہے جن کافرانہ اصولوں پر دنیا کی غیر مسلم قوموں کی حکومتوں کے نظام قائم ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ان کو چلانے والے مسلمان قوم کے افراد ہیں اور اُن کے چلانے والے دوسری قوموں کے لوگ ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ محض اتنے سے ظاہری فرق کی بنا پر کیوں ایک کے اندر بسنا جرم ہو اور دوسری کے اندر بسنا ثواب؟ اور ایک کے اندر اگر موت آجائے تو "فیم کنتم" کا خوفناک سوال ہو اور فرشتے قمچیاں اور ڈنڈے ماریں اور دوسرے کے اندر رہتے ہوئے اگر موت آئے تو ہر طرف سے فرشتے مرحبا اور بارک اللہ کا شور کرتے ہوئے خیر مقدم بجالائیں؟ ــ دو کشتیاں جو ایک سی شکل و شباہت کی ہوں، ایک سے بادبانوں اور چپوؤں سے چل رہی ہوں، دونوں کی سمت حرکت ایک ہو، منزل مقصود ایک ہو تو سمجھ میں نہیں آتا کہ دونوں میں وہ جوہری فرق کیا ہے جس کی وجہ سے ایک پر سوار ہونا رضائے الٰہی کا موجب ہو اور دوسری پر سوار ہونا غضب الٰہی کا موجب قرار پائے؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ ایک کشتی کا نام

کفار کی روایات کے مطابق ہے اور دوسری کا نام مسلمانوں کے ذوق سے مناسبت رکھتا ہے؟ یا ایک کے چلانے والے مسلمانوں کی اولاد میں سے ہوں اور دوسری کے ملاح کسی دوسری نسل سے ہوں؟

مثال کے طور پر ٹرکی کی حکومت کو لیجیے، یہ اس وقت کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ مضبوط آزاد مسلمانوں کی حکومت ہے۔ آپ اس کے سارے نظام پر غور کر کے بتائیے کہ یہ اپنے پڑوس کی دوسری کافرانہ حکومتوں سے کس اعتبار سے مختلف ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتوں کی نظروں میں اس کا مقام کچھ اور ہو اور دوسروں کا مقام کچھ اور۔ جس طرح دوسری حکومتیں لادینی اسٹیٹ ہیں، اسی طرح یہ بھی ایک لادینی اسٹیٹ ہے۔ جس طرح اوروں کے ہاں ہر وہ شخص جس نے ان کے حدود ارضی کے اندر جنم لیا ہو ان کی مملکت کا ایک شہری ہے، خواہ وہ کوئی عقیدہ رکھتا ہو اور کسی بھی طریق زندگی پر کاربند ہو، اسی طرح ٹرکی میں بھی ہر اس شخص کو حق شہریت حاصل ہے جو پیدائش کے لحاظ سے ٹرکی کا باشندہ ہو، یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کے ایک متقی سے متقی مسلمان کو بھی ان کے حدود میں نمائندگی اور رائے دہندگی کے اور شہریت کے وہ دوسرے حقوق حاصل نہیں ہیں جو ان کے ملک کے یہودی اور عیسائی اور ملحد تک کو حاصل ہیں، محض اس وجہ سے کہ مدینہ کا متقی مسلمان ٹرکی کی سرزمین سے باہر پیدا ہوا ہے اور ٹرکی کا یہودی ٹرکی کے اندر پیدا ہوا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس جس طرح اور ممالک میں قانون سازی کا دارومدار رائے عامہ پر ہے، اسی طرح ٹرکی میں بھی قانون سازی کا حق باشندوں کی اسمبلی کو حاصل ہے اور یہ اسمبلی اپنی قانون سازی میں خدا و رسول کی طرف رجوع کرنے سے اسی طرح مستغنی ہے جس طرح دوسری جگہوں کی پارلیمنٹیں اور اسمبلیاں۔ جس دستور پر ٹرکی کی اسمبلی کام کرتی ہے اس میں خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کی کوئی آئینی حیثیت سرے سے ہی نہیں، کجا کہ خیر و شر کے تصفیہ کا واحد معیار یہی ہو۔ ٹرکی میں پرسنل لا سوئٹزرلینڈ کا، تعزیرات اٹلی کی اور قانون تجارت جرمنی کا برسرعمل ہے۔ پھر آخر وہ کونسی فضیلت ٹرکی کو حاصل ہے جس کی وجہ سے ایک مسلمان کے لیے ٹرکی میں بسنا تو ثواب ہو اور جرمنی یا سوئٹزرلینڈ میں بسنا گناہ؟ کیا محض اس وجہ سے کہ دوسرے ممالک میں خدا سے بغاوت کرنے اور خدا کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر قانون بنانے کا جرم کفار کر رہے ہیں اس لیے وہ ممالک ناپاک ہیں، اور ٹرکی میں یہی جرم چونکہ مسلمانوں کے مبارک ہاتھوں سے ہو رہا ہے اس لیے یہ سرزمین

پاک شمار ہو گی؟

(۲) عربی زبان میں "حبل" سے مراد عہد اور ذمہ داری ہے، اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے عہد کو مضبوطی سے پکڑو۔ ہمارے اور خدا کے درمیان عہد و میثاق قرآن مجید ہے اس وجہ سے اس جملہ کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑو، یعنی سختی سے اس عہد و میثاق کی پابندی کرو اور اس کی شرائط پر استقامت سے عمل پیرا ہو۔ اس کے معنی مسلمانوں کی حکومت کے لینا ایک بالکل بے معنی بات ہے ——— بالخصوص جبکہ ان حکومتوں نے اپنے نظام قانون سازی سے قرآن کو بالکل خارج کر رکھا ہو اور خدا کے قرآن کی جگہ کفار اور مسلمانوں کے خود ساختہ اصول و ضوابط کا ایک سرکاری قرآن زندگی پر مسلط ہو۔

آخر آپ حضرات کا دل اس بات پر کیسے مطمئن ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کا ہر جتھا حبل اللہ کی حیثیت رکھتا ہے، اگرچہ انھوں نے رحمٰن کے بجائے شیطان ہی کی رسی پکڑ رکھی ہو؟ آخر غرور نسل و قومیت کی کوئی حد بھی ہے؟

موجودہ مسلمان حکومتوں کے ساتھ غیر مسلم حکومتوں کے بالمقابل اگر کچھ ہمدردی ہو سکتی ہے، اور ہونی چاہیے، تو اس کی بنیاد یہ نہیں ہے کہ یہ حبل اللہ کے حکم میں داخل ہیں، بلکہ صرف یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ ان کے لیے حبل اللہ کو پکڑ لینا اوروں کے مقابل میں شاید اقرب ہے، اس امید کے سوا اگر کسی مسلمان کے اندر ان حکومتوں کے ساتھ "انسلاک" کی خواہش ہو تو وہ یا تو عصبیت جاہلیت میں مبتلا ہے، یا اسلام سے بھی ناواقف ہے اور ان حکومتوں کی ماہیت سے بھی آگاہ نہیں!

آپ لوگ موجودہ زمانہ کی مسلمان حکومتوں اور بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کا ایک ہی سانس میں اس بے تکلفی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں گویا دونوں شرعاً ایک ہی حکم میں داخل ہیں یا اگر دونوں میں کچھ فرق ہے تو محض زمانہ اور درجہ کا فرق ہے حالانکہ یہ ایک غلط فہمی ہے جو تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کا قانون اسلامی تھا اور نظام بھی اگر خالص اسلامی نہیں تو کم از کم نظام اسلامی سے قریب تر تھا اگر خرابی تھی تو یہ کہ اس قانون اور نظام کے چلانے والے اسلامی زندگی اور اسلامی

مزاج سے دور ہو گئے تھے اور آپ کی موجودہ مسلمان حکومتوں کا حال یہ ہے کہ زبان کا قانون اور نظام اسلامی ہے اور نہ ان کے چلانے والے اور جاری کرنے والے اسلامی سیرت و مزاج رکھتے ہیں پھر ان دونوں کو ایک حکم میں کیسے رکھا جا سکتا ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ ان لادینی ریاستوں کا جوڑ ان اسلامی حکومتوں سے ملائے!

فہرست مطبوعات مکتبہ جماعت اسلامی

رسالہ دینیات	عمر	روداد جماعت اسلامی حصہ اول	۱۰؍	نیا نظام تعلیم	۶؍
سیاسی کشمکش حصہ سوم	۶	" " حصہ دوم	۹؍	اخلاقی نقطۂ نظر	۶؍
تنقیحات	عمر	" " حصہ سوم	عہ	دین حق	۴؍
مسئلہ قومیت	عمر	حقیقت توحید	عمر	نشان راہ	۶؍
مسئلہ جبر و قدر	عمہ	رسالہ دینیات (انگریزی)	عہ	دستور جماعت اسلامی	۲؍
تجدید و احیائے دین	عہ	اسلام کیا ہے؟ (")	عمر	اہم استفتاء	۲؍
اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر	عہ	الحاد کے بعد کیا؟ (")	عہ	تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں	۶؍
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	عمر	معاشی مسئلہ	۶؍		
اسلام اور ضبط ولادت	۱۲؍	اسلام اور جاہلیت	۶؍	حقیقت شرک	عمر

مندرجہ ذیل کتابیں اس وقت پریس میں ہیں

تفہیمات حصہ اول (نظر ثانی شدہ)۔ خطبات۔ سیاسی کشمکش حصہ اول۔ حقوق الزوجین (نظر ثانی شدہ)

پردہ